اپنے تمام فیصلوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت، اطاعت اور اس کی رضا پر رکھیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍ مئی ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ انسان کو سچی حقیقی اور خالص عبادت کے لئے پیدا کیا گیا۔

☆ ہماری زندگیاں فیصلوں کا مجموعہ ہیں۔

☆ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ہی حکم چلتا ہے۔

☆ خدا اور رسول کے فیصلہ پر اپنا اجتہاد نہیں کرنا چاہئے۔

☆ بدلہ لیتے ہوئے خود ظالم نہ بن جاؤ۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَo وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذّٰريٰت: ۵۶،۵۷)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَo حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo (البينة: ٦)

اس کے بعد فرمایا:۔

پچھلے خطبات میں مَیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی سچی، حقیقی اور خالص عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اصولاً انہیں ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ کے غیر کی پرستش نہ کرو۔ شریعت کی ساری تعلیم اور ہدایت۔ اس کے سب احکام اور نواہی اسی مرکزی نقطہ کے گرد گھومتے ہیں اور عبادت کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے اس فقرہ میں بیان کی ہے کہ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

دین کے مختلف معانی حقیقی عبادت کے مختلف تقاضوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس وقت تک میں نو تقاضوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ دین کے دسویں معنی جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں قضا یا فیصلہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری زندگیاں ایک نقطۂ نگاہ سے فیصلوں کے گٹھڑ ہیں۔ ہم صبح سے لے کر شام تک بیسیوں سینکڑوں بلکہ بعض دفعہ ہزاروں فیصلے کرتے ہیں۔ ہم اپنے متعلق بھی فیصلے کرتے ہیں۔ مثلاً ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ آیا ہم نے اپنے اوقات کو گپ شپ میں خرچ کرنا ہے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کو معمور کرنا ہے۔ ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ آج کے مختلف کاموں کو کن اوقات میں کرنا ہے۔ مجھے قریباً ہر روز سوچ کر یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ میں نے اپنے کاموں کو کس پروگرام کے ماتحت کرنا ہے۔ مثلاً ڈاک میں فلاں وقت دیکھ سکتا ہوں اس لئے میں ڈاک اس وقت دیکھوں گا یا فلاں

کام فلاں وقت کروں گا۔ بعض وقت دوست بے وقت ملنے کے لئے آ جاتے ہیں اور میرا سارا پروگرام درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کبھی میں اپنی مرضی کرتا ہوں اور کبھی ان کی بات مان لیتا ہوں۔ بہرحال مجھے ہر روز اپنے کاموں کے متعلق فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور آپ میں سے ہر ایک کو بھی ہر روز کچھ فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ چاہے انسان کو احساس ہو یا نہ ہو لیکن انسان کا دماغ فیصلے کرتا ہے۔ مثلاً انسان اصولی طور پر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں، اپنے اقرباء اور ان لوگوں سے جو اس پر انحصار رکھتے ہیں اور وہ ان کا راعی ہے کس قسم کا سلوک کرے بعض لوگ اپنی طبیعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر ان کی طبیعت میں سختی ہے تو ان کا سلوک سخت ہوتا ہے۔ اگر ان کی طبیعت میں ضرورت سے زیادہ نرمی ہے تو ان کا سلوک اپنے لواحقین سے ضرورت سے زیادہ نرم ہوتا ہے اور وہ ان کی تربیت کو نظر انداز کرنے والے بن جاتے ہیں۔

اسی طرح ہم اپنے ہمسایوں کے متعلق بعض فیصلے کرتے ہیں مثلاً ایک شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میرے ہمسائے کا مجھ پر بڑا حق ہے۔ اس کی ہر ضرورت کو میں اسی طرح پورا کروں گا جس طرح میں اپنے قریبی رشتہ داروں کی ضرورتوں کو پورا کروں گا۔ بعض لوگ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہمسائے نے ایک مصیبت ڈال رکھی ہے۔ آج یہ چیز لینے آ گیا۔ دس دن کے بعد دوسری ضرورت کو بیان کر دیا اور کسی چیز کا مطالبہ کر دیا۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ قیمت کے لحاظ سے شائد مہینہ بھر کے مطالبات چند پیسوں کے ہوں لیکن چونکہ ان کی طبیعتوں کا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے ہمسایوں کو اس بات کی اجازت نہیں دینی کہ وہ ہمیں ہر روز تنگ کرتے رہیں۔ اس لئے وہ ان سے وہ سلوک نہیں کرتے جو وہ ان سے اس صورت میں کرتے کہ ان کے فیصلے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے مطابق ہوں اور اگر ان کا فیصلہ ان احکام کے مطابق ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں تو ان کا سلوک اور ہوتا اور ان کے احساسات اور جذبات یہ ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا فضل کیا ہے کہ اس نے ہمارے ہمسائے کو ایک دھیلہ یا دو پیسہ کی ضرورت پیدا کر دی اور اس طرح اس نے ہمارے لئے ایک عظیم ثواب کا سامان پیدا کر دیا۔ وہ اس رنگ میں بھی سوچ سکتے ہیں اور اپنے فیصلے کر سکتے ہیں۔

غرض ایک نقطۂ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگیاں فیصلے ہی فیصلے ہیں۔ وہ فیصلوں کا مجموعہ ہیں بالکل اسی طرح جس طرح روئی کی گانٹھیں بنا دی جاتی ہیں اور روئی کے

ریشے ان کے اندر آ جاتے ہیں۔ ہماری زندگی کے فیصلوں کی ہر روز ایک بیل (Bale) یعنی گانٹھ بنتی ہے وہ فیصلے وقت کے پریس میں دب جاتے ہیں اور شام کو ہم معمولی سی گٹھڑی فیصلوں کی لاتے ہیں۔ حالانکہ اس گٹھڑی میں اسی طرح بے شمار فیصلے ہوتے ہیں جیسے روئی کی گانٹھ میں بے شمار ریشے ہوتے ہیں ہمارا دن فیصلے کرتے ہوئے گزر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان فیصلوں کی بنیاد دو چیزوں پر رکھ سکتے ہو۔ ایک میری محبت اطاعت اور میری رضا کی جستجو پر اور دوسرے اپنی مرضی پر اگر تم اپنے فیصلوں کی بنیاد اپنی مرضی پر رکھو گے یا اللہ کے سوا کسی اور کی مرضی پر رکھو گے تو تم اللہ تعالیٰ کی پرستش اور عبادت کا حق ادا نہیں کر رہے ہو گے۔ اگر تم اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم عبادت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے فیصلوں کو خالصۃً للہ بنانا پڑے گا اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم مشرک بن جاؤ گے تم دہریہ بن جاؤ گے تم اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے نہیں ہو گے۔

پس اَلدِّیْنُ الْقَضَآءُ دین کے معنی قضا کے ہیں اور قضا کا لفظ دو موٹے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو یہ لفظ حکم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرے یہ قضا کے فیصلوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں ہم یہ دونوں معنی لے سکتے ہیں۔ بہر حال ایک معنی قضا کے حکم دینا، اپنے یا غیر کے متعلق فیصلہ کرنا یا ہدایت دینا یا ڈائرکٹو دینا ہیں۔ ان لوگوں کو جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جن کو ہدایت دینا ہمارا فرض ہے۔ مثلاً ہیڈ ماسٹر ہے، پرنسپل ہے، گھر کا مالک ہے، محلّہ کا عہدہ دار ہے۔ ان سب کو حکم یہ ہے کہ جب کوئی فیصلہ کرنے لگو تو اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے فیصلہ کی بنیاد احکام الٰہی پر ہو اس کے بغیر تمہارا عبادت کا دعویٰ غلط ہوگا۔ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کی پرستش نہیں کرتا لیکن جس وقت محلّہ میں کوئی ہدایت دینی ہو کوئی حکم جاری کرنا ہو تو وہ تعصب اور حسد سے کام لیتا ہے اور اگر کوئی پریذیڈنٹ تکبر حسد یا تعصب کی بناء پر فیصلہ کرتا ہے تو خدائے واحد کی عبادت کیسی کہ اس نے خدا کے لئے اس چیز کا بھی خیال نہیں رکھا کہ وہ تعصّبات سے پاک ہو کر اور حسد کو کُلّی طور پر اپنے خیالات سے باہر پھینک کر اپنے فیصلے کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خواہ فیصلہ حکم، ہدایت یا ڈائرکٹو کی شکل میں ہو جو ایک قاضی باہم جھگڑوں میں کرتا ہے وہ فیصلہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فیصلہ اللہ کے احکام اور اس کی ہدایت کے ماتحت ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے اس معنی کے لحاظ سے قضا کے جو بعض پہلو نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ان میں سے مثلاً ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ اسراء (بنی اسرائیل) میں فرماتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل: ۲۴)

ہم نے فیصلے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے ماتحت کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر قسم کے شرک سے بچا جائے۔اس کے بغیر حقوق اللہ ادا نہیں ہو سکتے۔انسان ایک چیز کے حصول میں بڑا پیسہ خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ ناجائز خرچ بھی کرتا ہے اور بعض دفعہ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں اپنے پیسے خرچ کرنے کی وجہ سے اور اپنے مال کی بدولت اپنے مقصود کو حاصل کرلوں گا اور نہیں جانتا کہ اس مال پر بھی اللہ کا تصرف اس کا فیصلہ اور اس کی قضا جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے انعام کرتا ہے اور بے شمار انعام ایسے ہیں کہ وہ جب کرتا ہے تو انہیں واپس نہیں لیتا لیکن بعض انعامات کو وہ واپس لیتا ہے تا بندہ یہ نہ بھول جائے کہ جو انعامات اس سے چھینے گئے وہ اس کی کسی خوبی یا اس کی کسی عزت یا اس کی کسی طاقت کی وجہ سے نہیں چھینے گئے۔اللہ تعالیٰ کے فضل نے ہی وہ چیزیں اس کے پاس رہنے دی ہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ انسان کو بچے دیتا ہے۔اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہَ بعض استثناء ہیں۔ہر خاوند اور بیوی کو وہ بچے دیتا ہے اس کا یہی قانون ہے۔خدا کہتا ہے کہ بچوں کے متعلق جو تم فیصلہ کرو جو بھی Decision تم لو وہ خالصۃً میری رضا کے لئے ہو۔میری محبت میں ہو اور میری اطاعت کے لئے ہو۔ماں کہتی ہے بچے پر دین کا زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔بیچارے کو تکلیف ہوگی۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ بچہ میرا تھا۔میں اسے واپس لے لیتا ہوں۔چنانچہ وہ اسے وفات دے دیتا ہے۔پھر ماں وہاں بھی ناشکری کرتی ہے۔وہ پیٹنا شروع کر دیتی ہے لیکن نیک مائیں تیمارداری میں اور علاج میں پورا زور لگانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر بشاشت کے ساتھ کھڑی ہو جاتی ہیں۔یہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے والے ماں اور باپ وہ ہیں کہ جب وہ بچہ کے متعلق فیصلے کر رہے ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فیصلے کر رہے ہوں گے ان کو پتہ ہے کہ یہ خدا کا انعام ہے ہمارا اس پر زور نہیں۔وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔اس لئے جو خدا کی چیز ہے اس کو خدا کی محبت میں محو اور اس کے نور سے منور رکھنا ضروری ہے وہ اس کی اس رنگ میں تربیت کرتا ہے لیکن جو لوگ اس رنگ میں بچوں کی تربیت نہیں کرتے وہ دراصل شرک اور کفر کر رہے ہوتے ہیں وہ سمجھتے

ہیں کہ ہمارا بچہ ہے ہم اسے تکلیف کیوں دیں خدا کہتا ہے یہ میرا بندہ ہے۔ میری بندگی کے لئے اسے تیار کرو اور میری راہ میں مشقتیں برداشت کرنے کی اسے عادت ڈالو لیکن ماں باپ کا فیصلہ الٰہی فیصلہ کے خلاف ہو جاتا ہے۔ تب اس بندہ کو جھنجھوڑ کر جگانے سے اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری قضا آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اس دنیا سے اُسے اُٹھا لیتی ہے۔ اسی طرح اموال ہیں یا دوسری چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر اپنے بندوں کو دیتا ہے جب بندہ ان کی قدر نہیں کرتا جب بندہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی عبادت پر قائم نہیں رہتا۔ جب بندہ ان انعامات کو اپنے علم یا اپنے زور یا اپنی فراست یا اپنے تجربہ یا اپنے مال کا نتیجہ سمجھتا ہے تو خدا کہتا ہے تم غلطی پر ہو۔ یہ میرا انعام تھا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے کسی زور یا تجربہ یا محنت یا علم کے نتیجہ میں تمہیں ملا ہے تو دیکھو میں ایک اور فیصلہ صادر کرتا ہوں اور یہ مال تم سے چھین لیتا ہوں (وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۔البقرۃ:۱۵۶) مومنوں کا امتحان ہوتا ہے۔ کمزوروں کی کمزوری دُور کرنے کا طریق اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انہیں آزماتا ہے۔ دیکھو اب گندم تیار تھی زمیندار بڑے خوش تھے کہ بڑی اچھی فصل ہے۔ حکومت کا خیال تھا کہ شاید پچھلے سال سے دس لاکھ ٹن گندم زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ گندم دینا یا گندم کو روک لینا میرے اختیار میں ہے۔ بے شک تمہاری مصنوعی کھادیں اور تمہارے نئے بیج استعمال کئے گئے اور یہ ٹھیک ہے کہ یہ چیزیں میرے دیئے ہوئے علم کے مطابق پیدا کی گئی ہیں لیکن ان کا نتیجہ نکالنا بھی اسی طرح میرے ہاتھ میں ہے جس طرح ان چیزوں کا بنا لینا میرے دیئے ہوئے علم کے نتیجہ میں ہے۔ میری پیدا کی ہوئی اشیاء کے نتیجہ میں ہے۔ ”لاشیئ“ محض سے کوئی یہ چیزیں پیدا نہیں کر سکتا۔ ویکیم (Vacuum) اور خلاء میں سے تو انسان کوئی چیز نہیں پیدا کر سکتا ہاں خدا کی پیدا کردہ مختلف اشیاء کی شکلیں بدلنے کا اس کو اختیار دیا گیا ہے اور اس قانون کے مطابق اختیار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے وضع کیا ہے اور جس قانون کو انسان بدل نہیں سکتا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کو استعمال کرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اشیاء سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ فخر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے علم، اپنے زور، اپنے تجربہ اور انوسٹمنٹ (Investment) یعنی سرمایہ لگانے کے نتیجہ میں کھاد بنائی۔ میں نے ٹیوب ویل لگائے، میں نے نئے بیج نکالے اور اب ان چیزوں کے نتیجہ میں مجھے بڑی مقدار میں گندم مل جائے گی لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ بات میرے اختیار میں ہے کہ میں جس رنگ میں چاہوں نتیجہ نکالوں۔ چند

دن ہوئے میرا اندازہ ہے کہ پندرہ بیس منٹ کیلئے ژالہ باری ہوئی اور بعض زمینداروں کے کھیت اس طرح صاف ہو گئے کہ گویا وہاں گندم بوئی ہی نہ گئی تھی۔ پھر کسی کا روپیہ میں سے بارہ آنے نقصان ہوا کسی کا آٹھ آنے نقصان ہوا۔ کسی کا چار آنے نقصان ہوا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی جو مرضی تھی وہ پوری ہوئی اور جب وہ مرضی پوری ہوئی تو بعض بندوں نے کہا اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ مَـاشَا اللّٰہَ ۔ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِـاللّٰہِ خدا کے فیصلہ اور منشاء اور اس کے ارادے کے بغیر تو کوئی چیز ہوتی نہیں اور یہ چیز اس کی تھی اس نے واپس لے لی۔ ایک ہاتھ سے اس نے یہ چیز ہمارے ہاتھ میں پکڑائی اور دوسرے ہاتھ سے واپس لے لی اور کہا میں تمہاری آزمائش کروں گا اور دیکھوں گا کہ تم یہ چیز میری سمجھتے ہو یا اپنی سمجھتے ہو۔ چنانچہ اس نے کسی سے تو روپیہ کا روپیہ واپس لے لیا، کسی سے روپیہ میں سے بارہ آنے واپس لے لئے، کسی سے اٹھنی واپس لے لی۔ کسی سے چونی واپس لے لی اور کسی سے دونی واپس لے لی۔ پھر دیکھا کہ ان کا ردِّعمل کیا ہے۔ کیا ان کے ہونٹ لٹکتے اور پھڑ پھڑاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں یا وہ بشاشت کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ دوسرا طریق اختیار کرتے ہیں تو وہ حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کی عبادت میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں لیکن جو لوگ شکوہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا حق ہم سے چھین لیا اور یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ ہمیں ملا وہ بھی تو ہمارا حق نہ تھا وہ بھی خدا کی چیز تھی اور اس نے ہمیں اپنے فضل اور انعام کے طور پر دی تھی ان کی عبادت حقیقی نہیں۔ وہ شرک میں مبتلا ہیں۔ غرض جو چیزیں ہم سے چھینی جاتی ہیں ان کے متعلق بھی ہمارا ایک ردِّعمل ہوگا اور جو چیز باقی رہ جاتی ہے اس کے متعلق بھی ہم فیصلہ کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ فیصلہ کرے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ظلم سے زبردستی چھین لیا ہے اور جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کروں گا تو ایسا آدمی بڑا احمق ہے کیونکہ جو کچھ رہ گیا ہے اس پر بھی تو وبال آ سکتا ہے اس پر بھی تو ہلاکت کی آندھیاں چل سکتی ہیں اس پر بھی تو تباہی آ سکتی ہے یا اس کے نتیجہ میں اس کے گھر میں بیماری پیدا ہو سکتی ہے اگر خدا کا یہی منشاء ہو تو۔ مثلاً باغ کا مالک بڑے فخر سے پھل توڑ کر لاتا ہے اور اس پھل کے اندر خدا تعالیٰ نے بیماری کے کیڑے پیدا کئے ہوتے ہیں وہ وہ پھل چھپا کر گھر لاتا ہے کہ رستہ میں اسے کوئی غریب اور محتاج نہ مل جائے کہ اسے وہ پھل دینا پڑے اور گھر آ کر بچوں کو کہتا ہے میں تمہارے لئے یہ پھل چھپا کر لایا ہوں آؤ اسے کھاؤ۔ بچے وہ پھل کھاتے

ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں اور بعض ان میں سے مر بھی جاتے ہیں کیونکہ اس پھل میں بیماری کے کیڑے تھے اور جن لوگوں سے وہ پھل چھپا کر لاتا ہے وہ اس بیماری سے بچ جاتے ہیں۔ پس اگر پھل میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے یا بچے ہیں کچھ ان میں سے خدا نے لے لئے اور کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ اگر مال میں سے کچھ حصہ خدا تعالیٰ نے لے لیا ہے اور کچھ باقی رہ گیا ہے یا جسمانی طاقت میں سے کچھ اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور کچھ باقی رہ جاتی ہے تو یہ بھی خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔ ایک عزیز مجھے ملنے کیلئے آیا وہ بہت مستعد چوکس اور چوبیس گھنٹے کام کرنے والا نوجوان تھا اور بڑا مخلص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا امتحان لیا اور اس کو بیمار کر دیا۔ اپنڈے سائٹس کا دورہ اسے ہوا جس کا اپریشن ہوا۔ کل وہ مجھے ملنے آیا تو اس کا حلیہ بالکل بدلا ہوا تھا مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اس کے لئے دعا بھی کی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ جسمانی طاقت بھی واپس لے لیتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے میری ساری طاقت اور قوت چھیننا چاہتا تھا میں بڑا چالاک ہوں میں نے يُخَادِعُونَ اللّٰهَ کے ماتحت (یعنی وہ سمجھتا ہے کہ میں خدا کو دھوکہ دے رہا ہوں) چالاکی کر کے کچھ طاقت اپنی بچالی ہے نعوذ باللہ تو اس سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں ہو سکتی جو طاقت باقی رہ گئی وہ بھی خدا کی دَین اور اس کا انعام ہے اس پر الحمد للہ پڑھنی چاہئے تا کہ جو کمی پیدا ہوگئی ہے وہ دور ہو جائے اللہ تعالیٰ پھر اپنا فضل کرے۔

غرض اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے اور بڑا احمق اور بدبخت ہے وہ شخص جو یہ سمجھنے لگے کہ آدھا خدا کا حکم چلتا ہے اور آدھا میرا چلے گا۔ حکم خدا ہی کا چلے گا اسی لئے ہمیں خدا نے کہا اس نے ہمیں تنبیہ کر دی اور ہمیں یہ ہدایت دے دی تا کہ ہم اس کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنیں کہ جب تم نے Decision لینے ہوں جب تم نے فیصلے کرنے ہوں تو یاد رکھو کہ تمہارا کوئی فیصلہ، تمہارا کوئی Decision، تمہارا کوئی ڈائرکٹو (Directive) تمہاری کوئی ہدایت اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایتوں کے خلاف نہ ہو اور تمہارا ہر فیصلہ اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم خدا کے مخلص عبادت گزار بندے بن جاؤ گے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم عبادت کرتے ہوئے دنیا کو نظر بھی آؤ گے لیکن خدا کی نگاہ میں تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو گے جن کے متعلق وہ کہتا ہے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عبادت کو خالصۃً اللہ کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ پس شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہونا چاہئے اور وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اس میں اللہ تعالیٰ نے آپس کے معاشرہ کو اور باہمی

تعلقات کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے۔ گو یہاں اس نے صرف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کہا ہے لیکن اس میں تمام معاشرہ کے حقوق کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ انسان کی اپنی زندگی میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں کبھی وہ اپنی زندگی میں محسن ہوتا ہے وہ دوسروں کے لئے اور ان کی بھلائی کے لئے کام کر رہا ہوتا ہے اور کبھی وہ سینکڑوں آدمیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی بھلائی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ یہاں بتایا کہ جب تم معاشرہ کے اس حصہ کو دیکھو اور دیکھو کہ سینکڑوں لوگ تمہاری بھلائی کیلئے کام کر رہے ہیں (والدین کا لفظ محض علامت کے طور پر ہے) تو تم نے بھی اس کے بدلہ میں احسان کرنا ہے۔ تم خود کو دیکھو ایک دنیا تمہاری خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ تم پر احسان کر رہی ہے۔ مزدور کام میں لگے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے لئے کپڑا بنا رہے ہیں۔ زمیندار کام میں لگے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے لئے کھانے پینے کا انتظام کر رہے ہیں۔ درزی کام میں لگے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے لئے کپڑے سی رہے ہیں۔ کارخانے لگے ہوئے ہیں اور ہمارے لئے وہ کاغذ بنا رہے ہیں جس پر میں یہ نوٹ لکھتا ہوں یا جب موقع ہو تو آپ بھی اپنی ضروری یادداشتیں اس پر لکھتے ہیں۔ وہ قلمیں بنا رہے ہیں غرض ہزار ہا چیزیں ہماری ضرورت کی ہیں جو دوسرے لوگ ہمارے لئے بنا رہے ہیں۔ یہ ان کا احسان ہے ورنہ ہمارا کسی پر کوئی حق نہ تھا کہ وہ ہمارے لئے کپڑے سیئے۔ ہمارے لئے قلم بنائے، ہمارے لئے کاغذ بنائے یا ہمارے لئے غلّہ اُگائے وغیرہ۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ سارا احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے یہ سب انتظام کیا ہے۔ اس نے ہمیں ایک ہی والد نہیں دیا۔ اس نے ہمیں ایک ہی والدہ نہیں دی جو ہماری پرورش کرتی اور ہمارے لئے ہزار قسم کے دُکھ اُٹھاتی ہے بلکہ ساری دنیا کو اس نے ہمارے کام پر لگا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ سب جو تمہارے لئے کام پر لگے ہوئے ہیں ان پر تم نے بھی احسان کرنا ہے۔ یہ تعلیم حقوق العباد کے متعلق پوری اور مکمل تعلیم ہے جو ہر شعبہ زندگی پر حاوی ہے۔

پھر قضاء کے متعلق ہمیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نظر آتا ہے کہ فیصلے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہی نہ ہوں بلکہ بشاشت سے بھی ہوں اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (احزاب: ۳۷) جب خدا اور اس کے رسول کا فیصلہ ہو تو پھر اپنا اجتہاد نہیں کرنا بعض لوگ وہاں بھی اپنا اجتہاد شروع کر دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایات موجود ہیں قرآن کریم میں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یا آپ کی سنت اور اُسوہ میں۔ اس وقت یہ کہنا کہ یہ پُرانے زمانے کی بات

ہے اب یہ حکم نہیں چلتا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دائمی شریعت میں جو احکام نازل کئے ہیں ان کی پابندی ضرور کرو۔ اگر یہ پابندی ہم نہیں کرتے تو پھر ہمارے فیصلے مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ کے مطابق نہیں۔ وہ خالصۃً خدا کی اطاعت اور اس کی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ہم اپنی دنیا بسانا چاہتے ہیں اور اس دنیا کو حسین اور منور نہیں بنانا چاہتے جس دنیا کو اللہ تعالیٰ اپنی ہدایتوں اور اپنے انوار کے ذریعہ خوبصورت اور منور دُنیا بنانا چاہتا ہے۔ پس فرمایا اگر تم بشاشت کے ساتھ احکامِ الٰہی کے سامنے اپنی گردنیں رکھو گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشادات کو قبول کرو گے تب عبادت کا حق ادا ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ جہاں واضح ارشادات نہ ہوں وہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجتہاد کی اجازت دی ہے لیکن اجتہاد کی یہ اجازت اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ اس میں نفس کی ملونی نہ ہو بلکہ اجتہاد دعاؤں کے ساتھ ہو۔ عاجزی کے ساتھ ہو۔ پوری کوشش اور محنت کر کے پہلی مثالوں کو دیکھ کر قرآن کریم پر غور کر کے اور احادیث نبوی کو سامنے رکھ کر ہو۔ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اُسوہ ہمارے سامنے ہے اپنے فیصلوں کو اس کے مطابق کرنے کی پوری کوشش کرو اور پھر تم اجتہاد کرو تا تمہارا اجتہاد مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ کا مصداق ہو۔ تمہارا اجتہادی فیصلہ خالصۃً اللہ کے لئے اور اس کی اطاعت میں ہو۔

تیسری چیز جو قضاء کے متعلق بنیادی طور پر ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہے یہ ہے کہ ہر فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہونا چاہئے اگر ہمارے فیصلے حق اور انصاف پر مبنی نہیں تو پھر ہم صرف دنیا ہی کے گناہگار نہیں ہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھی گناہگار ہیں۔ ہم اس کی پرستش کا حق ادا نہیں کر رہے۔

ہمارے ملک میں بھی اور بعض اور ملکوں میں بھی سفارش کی لعنت پیدا ہوگئی ہے اور جس ملک کے فیصلوں کی بنیاد حق و انصاف کی بجائے سفارشوں پر ہو میرے نزدیک خدا ایسے حالات میں اس ملک کو ترقی نہیں دے سکتا۔ احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں کہ حق کے بغیر کوئی چیز لینے کی کوشش نہ کریں اور نہ اس کی خواہش کریں اور دعاؤں پر زور دیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب تک سفارش کا کُلّی طور پر قلع قمع نہیں کیا جاتا اس وقت تک جائز حقوق کے حصول کے لئے بھی سفارش کی ضرورت پڑے گی اور یہ قوم کی بدقسمتی ہے لیکن پوری کوشش کرنی چاہئے کہ سفارشات سے بچا جائے۔ یہ قومی فریضہ ہے (آگے چل کر میں بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے قومی فرائض یا بین الاقوامی فرائض کی ادائیگی

برکس رنگ میں زور دیا ہے) خصوصاً جو ہماری اگلی نوجوان نسل ہے اس کے اندر تو یہ چیز داخل کر دینی چاہئے کہ نہ وہ سفارش کریں گے اور نہ سفارش کو برداشت کریں گے ہمارے فیصلے حق وانصاف پر ہونے چاہئیں۔ سفارشوں پر ہمارے فیصلے نہیں ہونے چاہئیں اور نہ رشوت پر۔

گیارہویں معنی دین کے جزا اور بدلہ کے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بدلہ لینے اور بدلہ دینے یعنی جزا وسزا کے میدان میں جو ہمارے فیصلے ہیں اور اعمال جو اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ خالصۃً اللہ کے لئے ہونے چاہئیں۔ جزا لینا اور جزا دینا دونوں باتیں اس کے اندر آ جاتی ہیں دونوں میں مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی ذہنیت پیدا ہونی چاہئے۔

ہمارا جو سلوک اپنے انسان بھائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہوتا ہے۔ دنیا اسے احسان کہتی ہے لیکن اسلام کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ احسان نہیں ہے۔ اسلام نے احسان کے لفظ کو اپنی ایک اصطلاح مقرر کر کے اس میں استعمال کیا ہے اس لئے کسی کے ذہن میں خلط نہ ہو۔ احسان کے جو معنی دنیا لیتی ہے اس معنی میں اسلام حسن سلوک کرنے والے کے لئے احسان کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔ وہ جزا لینے سے انکار کی ذہنیت پیدا کرتا ہے یعنی ایک سچا مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں بدلہ نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے بدلہ اور جزا لینے سے متعلق اعمال میرے اس حکم کے ماتحت اور میری اس ہدایت کے مطابق ہونے چاہئیں کہ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا (الدھر:۱۰) ہم تم سے کسی جزا کی خواہش نہیں رکھتے نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں بدلہ دو یہاں تک کہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمارا شکر ادا کرو۔ بدلہ لینے کا تو سوال ہی نہیں۔ پس جہاں تک جزا اور مکافات اور بدلہ کا سوال ہے وہ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالصۃً اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔

میں نے بتایا ہے کہ دین کے اس معنی کے لحاظ سے دو پہلو ہیں۔ (۱) بدلہ لینا (۲) بدلہ دینا۔ بدلہ لینے کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارا ہر حسن سلوک اس معنی میں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے احسان کا لفظ استعمال کیا ہے ایسا ہونا چاہئے کہ تمہارے دل میں نہ صرف یہ خیال پیدا نہ ہو کہ یہ شخص اس کا بدلہ دے گا۔ احسان کے مقابلہ میں احسان کرے گا بلکہ تمہیں یہ خیال بھی پیدا نہ ہو کہ کم از کم اسے میرا شکر تو ادا کرنا چاہئے بعض لوگ کسی کی تھوڑی سی خدمت کر کے کہہ دیتے ہیں بڑا ناشکرا ہے یہ شخص۔ اس نے ہمارا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ تمہیں کہتا ہے کہ تم اس کی بھی توقع نہ رکھو کہ وہ تمہارا شکر ادا کرے گا۔ پس

جس نے خدا کی رضا کے حصول کے لئے بنی نوع انسان کی خدمت کی ہے جس نے دنیا کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے خود مصائب برداشت کئے ہیں اس کو خدا کا یہ حکم ہے کہ تم نے جزا لینے کا خیال بھی دل میں نہیں لانا۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچنا کہ اس شخص کو تمہارا شکر گزار ہونا چاہئے۔ یہ اسلام کی نہایت عجیب تعلیم ہے اور اسے قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میں اس وقت صرف یہ بات آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم بدلہ لینے کے میدان میں یہ خیال کرو گے کہ جس شخص سے تم نے حسن سلوک کیا جس کی تم نے خدمت کی اور جس کی تکلیف کو دور کرنے کی تم نے کوشش کی اسے تمہیں اس احسان کا کچھ بدلہ دینا چاہئے۔ اسے کم از کم تمہارا شکر ادا کرنا چاہئے تو تم نے خدا تعالیٰ کی پرستش کا حق ادا نہیں کیا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی سچی اور حقیقی عبادت کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ راہ ہے کہ تم بنی نوع انسان کی خدمت کرو۔ تم ان سے حسن سلوک کرو۔ تم اپنے بھائیوں کے لئے مصائب برداشت کرو۔ تکلیفیں اور دکھ سہو اور ہر چیز کو بھول جاؤ تمہیں یہ خیال ہی نہ رہے کہ تم نے کچھ کیا ہے کیونکہ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنے ربّ کی رضا کے حصول کے لئے کیا ہے۔ اگر واقعہ میں تمہارا دعویٰ سچا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کر رہے ہو لیکن اگر تم نے وہ احسان خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نہیں کیا تو تم نے خدا کی عبادت نہیں کی۔ تم اس دعویٰ میں جھوٹے ہو کہ تم مشرک نہیں ہو بلکہ توحید خالص پر قائم ہو۔ غرض یہ جزا لینے کے متعلق اصولی تعلیم تھی۔

جس شخص پر احسان ہوا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ایک اور زاویۂ نگاہ سے مخاطب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن: ۶۱) کہ کیا احسان کا بدلہ اور احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی جس شخص نے حسن سلوک کیا اس کو تو یہ کہا کہ تم نے بدلہ میں احسان کی توقع نہیں رکھنی کیونکہ تم نے جو کچھ کیا ہے میری خاطر کیا ہے اور جس کے ساتھ حسن سلوک ہوا تھا جس کی خاطر اس نے دکھ اُٹھائے تھے جس کی خدمت کی گئی تھی اس کو یہ کہا کہ اگر تم میری سچی پرستش کرنا چاہتے ہو تو یہ یاد رکھو۔ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ اگر تم اپنے خدمت گزار بندوں، اپنے پیار کرنے والے بھائیوں کی جو تمہاری خاطر دکھ اُٹھاتے ہیں اسی طرح خدمت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگے (جب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے) اور تمہارے دل میں شکر کے جذبات نہیں ہوں گے تو تم نے خدا تعالیٰ کی پرستش کا حق ادا نہیں کیا۔ اگر تم توحید خالص پر قائم رہنا چاہتے ہو اور اس حکم کی تعمیل کرنا چاہتے ہو کہ

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ تو تمہارا فرض ہے کہ جب کوئی بھائی تم سے محبت اور پیار کا احسان اور ایتائے ذی القربیٰ کا سلوک کرے تو تم اس کے مقابلہ میں اپنی قوت اور استعداد کے مطابق اس سے بڑھ کر سلوک کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لئے اپنے دل میں انتہائی شکر کے جذبات پیدا کرو۔ شکر کے جذبات پیدا کرو۔ یہ تعلیم تو احسان کا بدلہ لینے اور دینے سے متعلق تھی۔ جزا اور سزا کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے کسی کو دکھ پہنچایا ہو تو اس کے متعلق بھی جزا اور بدلہ کا سوال ہوتا ہے اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے جو بنیادی حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشّوریٰ:۴۱) یعنی جتنی کسی نے بدی کی ہے جتنا دکھ کسی نے پہنچایا ہے جتنا ظلم کسی نے کیا ہے جتنا مال کسی نے غصب کیا ہے اس سے زیادہ اسے نقصان نہ پہنچاؤ، جتنی ٹھیس احساسات کو کسی نے پہنچائی ہے اتنی ٹھیس پہنچانے کی تمہیں اجازت ہے زیادہ کی نہیں۔

جہاں تک احساسات کو ٹھیس پہنچانے کا سوال ہے انسان کو یہ جرم معاف ہی کر دینا چاہئے میرے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا ہے ورنہ کم از کم میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اگر کوئی میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو میں اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔

بہر حال اگر کسی نے کسی سے کوئی بُرائی کی ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے بدلہ میں اس سے زیادہ بُرائی نہیں کرنی کیونکہ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشّوریٰ:۴۱) اللہ تعالیٰ ظالم کو پسند نہیں کرتا۔ جب اس نے تم پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ کی نفرت کی نگاہ اس پر پڑی۔ اگر تم بدلہ لیتے ہوئے خود ظالم بن جاؤ گے تو خدا کی نفرت کے مستحق ہو گے اس کے پیار کے مستحق نہیں ہو گئے تو جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا جتنا کسی نے ظلم کیا ہے اس سے زیادہ کا تمہیں حق نہیں۔ تمہیں بدلہ لینے کا زیادہ سے زیادہ جو حق دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تم نے بُرائی کے مطابق بدلہ لینا ہے کیونکہ اگر تم نے زیادتی کی تم نے تعدی کی، تو تم یاد رکھو کہ جو سلوک خدا کا ظالم کے ساتھ ہوگا وہی سلوک تمہارے ساتھ ہوگا۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور یہ سلوک محبت کا نہیں ہوگا نفرت کا ہوگا۔

یہ تو زیادہ سے زیادہ بدلہ لینے کا حق ہے جو تمہیں دیا گیا ہے لیکن اگر تم اپنے پیدا کرنے والے اور پیارے ربّ کی عبادت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشّوریٰ:۴۱) تمہارے لئے یہ اجازت ضرور ہے کہ تم انتقام لینا چاہو تو بُرائی کے مطابق بُرائی کر سکتے ہو لیکن تمہارا یہ

نظریہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس کی چونکہ میرے ساتھ لڑائی ہوگئی ہے اس لئے میں اب بغیر بدلہ لئے نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کام ایک مسلمان کا کام نہیں قرآن کریم یہی کہتا ہے۔

ویسے اللہ تعالیٰ نے جذبات کو ٹھنڈا کر دینے کیلئے بڑی عجیب تعلیم دی ہے اس نے انسان کے خیالات کو بدل دیا ہے۔ ہمارے زمیندار بھائی پانی کے کھال پر لڑ پڑتے ہیں۔ ایک زمیندار دوسرے زمیندار کی دو فٹ زمین لے لیتا ہے اور بڑا خوش ہوتا ہے اور دوسرا وہ دو فٹ زمین واپس لینے کے لئے بعض اوقات پہلے کو قتل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم تمہیں ایک اصول بتا دیتے ہیں تم اس کی روشنی میں بدلہ لے سکتے ہو اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو بھول جاؤ۔ تم یہ نہ سوچو کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے اور میرا ایک حق چھینا گیا مجھے وہ حق واپس ملنا چاہئے۔ تم یہ سوچو کہ میرا ایک بھائی ظالم بنا۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی اس نے مول لی مجھے اس کی فکر کرنی چاہئے۔ اسے خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچانے کے سامان کرنے چاہئیں۔ اگر تم فوراً یہ بات سوچو گے تو تمہاری طبیعت کا جوش جاتا رہے گا۔ تمہارے جذبات ٹھنڈے ہو جائیں گے پھر تم یہ سوچو کہ بدلہ لینے کا جتنا حق تمہیں دیا گیا ہے وہ حق لینے سے اس کی اصلاح ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ حق لینے سے اس کی اصلاح ہوتی ہے تو وہ حق تم اس نیت سے نہ لو کہ تمہیں مثلاً پانچ سَو روپے مل جائیں گے بلکہ اس نیت سے لو کہ پانچ سَو روپیہ کی وجہ سے اس کی اصلاح ہو جائے گی اور پھر اگر تم یہ سمجھو کہ اگر اس سے میں نے وہ حق واپس لیا جو اس نے مجھ سے چھینا ہے تو وہ اپنے ربّ سے اور بھی دُور ہو جائے گا اس کی ذہنیت ہی اس قسم کی ہے تو تم اپنے دل میں یہ کہو کہ میں اپنے بھائی کی خاطر اس لئے کہ وہ کہیں خدا سے اور بھی زیادہ دور نہ ہو جائے اور اس سے بُعد کی راہوں کو وہ اختیار نہ کرے اپنے پانچ سَو روپے چھوڑتا ہوں یہ رقم میری نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

خدا تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں وہ مجھے اس کا بدلہ دے گا اور خدا کہتا ہے **فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میں تمہیں اس کا بدلہ دوں گا۔ غرض ایک ہی فقرہ میں اللہ تعالیٰ نے حق چھڑوا بھی دیا اور حق سے زیادہ دے بھی دیا اس نے کہا اگر اصلاح کا امکان ہو تو اپنا حق چھوڑ دو اور گھبراؤ نہیں تمہارے پانچ سَو یا ہزار روپے جو ضائع ہوئے ہیں یا کوئی اور نقصان پہنچا ہے **فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ تمہارا نقصان پورا کر دوں یہ غریب انسان (اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں دنیا کی ساری دولت بھی کسی کے پاس ہو تو وہ غریب ہی ہے) ہمیں کیا دے سکتا ہے۔ اس غنی نے تو

ہم سے یہ وعدہ کر لیا کہ تم اس کی اصلاح کے لئے اپنا حق چھوڑ و گے تو میں اپنی وسیع رحمت کے نتیجہ میں تمہیں بدلہ دوں گا تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

پس میں نے بتایا کہ جزا لینے اور جزا دینے کے متعلق قرآن کریم نے بعض احکام دیئے ہیں جو اصولی ہیں تفصیلی نہیں اور جہاں کسی پر ظلم ہوا ہے تو اس ظلم کا بدلہ لینے یا خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر دینے کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے بعض اصولی احکام دیئے ہیں اور وہ یہ کہ جزا اور بدلہ اور مکافات سے تعلق رکھنے والے فیصلے خالصۃً اللہ کے لئے ہونے چاہئیں۔ اگر یہ فیصلے خالصۃً اللہ کے لئے نہیں ہوں گے تو تمہاری نمازیں یہ ثابت نہیں کریں گی کہ تم خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرتے ہو بلکہ ان احکام کو توڑ دینا یہ ثابت کرے گا کہ تم خدائے واحد و یگانہ کی پرستش نہیں کر رہے اس لئے اگر تم خدا کی حقیقی پرستش کرنا چاہتے ہو تو عبادت کے اس تقاضا کو پورا کرو کہ جزا لینے اور جزا دینے کے متعلق تمہارے فیصلے خالصۃً اللہ کے لئے ہوں اس کی محبت میں ہوں اس کی اطاعت میں ہوں اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲؍جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۲ تا ۷)

☆......☆......☆